رضوان فیصل ❁

فیض احمد فیض کے تنقیدی افکار

Faiz Ahmad Faiz's Critical Thoughts

By *Rizwan Faisal, Lecturer, Department of Urdu, Govt. Wilayat Hussain Islamia College, Multan.*

ABSTRACT

There is considerable diversity in the themes of Faiz's prose. He discussed the issues in Urdu literature, commented on the thoughts and art of his elders, looked at the ideas of contemporaries, made fiction the subject, set the standards of poetry, and the works of various writers and artists. Faiz delivered the critique from difficult, complex and multi-meaning terms. They simply express their remorse. With his critique, Faiz has tried to bring this class closer to literature, which used to think of something supernatural because of its difficult and heavy words of criticism and genius language. Faiz has also critically presented his views on various genres of literature.

Keywords: Urdu criticism, Faiz Ahmad Faiz, Poetic criticism, Fictional criticism.

فیض کی اُردو ادب میں پہچان عہد ساز شاعر کی ہے لیکن اُردو نثر میں بھی فیض نے وقیع سرمایہ چھوڑا ہے۔ بطور شاعر، فیض کی مقبولیت قومی سطح سے بڑھ کر عالمگیر افق پر اس طرح ہوئی کہ نثر نگار کہیں دھندلکے میں کھو گیا۔ حالاں کہ فیض کا نثری سرمایہ معیار یا مقدار دونوں اعتبار سے ثروت مند ہے۔ لیکن اُردو ادب میں یہ رویہ قریباً ہر شاعر سے برتا گیا ہے۔ یہ صورت محض فیض کے ساتھ پیش نہیں آئی بلکہ ن م راشد، مجید امجد، میرا جی، فراق گورکھ پوری، حسرت موہانی، جگر مراد آبادی اور ناصر کاظمی کی نثری نگارشات پر کم ہی توجہ مرکوز کی گئی اور ان کی تحریریں، جن سے حیرت انگیز طور پر تنقیدی بصیرت ہویدا ہوتی ہے، ان کی شعری تخلیقات کی مقبولیت کے باعث ہمارے اجتماعی

❁ لیکچرر، شعبۂ اردو، گورنمنٹ ولایت حسین اسلامیہ کالج، ملتان۔

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

حافظے کا حصہ نہیں بن سکیں۔فیض کے تنقیدی مضامین اس عہد کے نمائندہ ادبی جرائد کی زینت بنے۔فیض کی نثر تنقیدی مضامین، مکتوبات، تاثرات، فلیپ، دیباچوں، اداریوں، تقاریر، سفرنامے اور مقدموں پر مشتمل ہے۔فیض کے شعری سرمائے کا تمام حصہ فیض کی زندگی ہی میں منظر عام پر آچکا تھا۔محض ایک مجموعہ ان کی وفات کے بعد منظرِعام پر آیا۔لیکن فیض کا نثری سرمایہ بکھرا پڑا ہے۔اس حوالے سے فیض بھی بے حد سہل پسند تھے انھیں اس امر کی کوئی پروا نہیں تھی۔فیض کی طبیعت میں کسرِ نفسی کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ان کا گمان تھا کہ ان کی تحریریں سطحی سی ہیں اور ان کو زیورِ طبع سے آراستہ کرنا کیا ضروری ہے؟"میزان" کے دیباچے میں رقمطراز ہیں:

ادبی مسائل پر سیر حاصل بحث کرنے کے لیے نا کبھی فرصت میسر تھی نہ دماغ۔ ریڈیو اور مختلف محفلوں میں ان مسائل پر بات کرنے کے مواقع البتہ ملتے رہے۔ یہ مضامین ان ہی باتوں کا مجموعہ ہیں۔ اس لیے ان میں سخن علما سے نہیں عام پڑھنے لکھنے والوں سے ہے جو ادب کے بارے میں کچھ جاننا چاہتے ہیں۔(۱)

ادب زندگی اور تنقید ادب کو سمجھنے کا ذریعہ ہے۔تنقید کا وظیفہ ادب کی نوعیت اور ماہیت کو جاننا ہے۔تنقید کلام کے معائب اور محاسن کو جانچنے کے ساتھ ساتھ اس کا مقام متعین کرنے کی بھی سعی کرتی ہے۔ ایک ناقد کے لیے ضروری ہے کہ وہ بیک وقت زبان، قواعد، علم البدیع، علم البیان، عمرانیات، نفسیات، بشریات، فلسفہ، تاریخ اور دیگر علوم پر دسترس رکھتا ہو۔ ناقد کی رائے غیر معمولی ہونے کے علاوہ تخلیق کار اور قاری کی علم میں اضافہ کرتی ہے۔تنقید عمومی اور سرسری اظہار رائے نہیں ہے۔غیر قطعی اور گول مول بات کہنا نقاد کے منصب کے منافی ہے۔ تنقید کا مقصد معلومات نہیں بلکہ علم میں اضافہ کرنا ہے۔بیسویں صدی میں ادب کی دیگر اصناف کے ساتھ ساتھ تنقید میں بھی بہت کام ہوا ہے۔تنقید کی افادیت زیادہ منظم اور موثر علم کی صورت میں ظاہر ہوئی ہے۔موجودہ دور میں جس صنفِ ادب نے زیادہ ترقی کی ہے وہ تنقید ہی ہے۔یہ رجحان محض ہمارے ادب میں ہی نہیں ملتا بلکہ مغرب میں بھی تنقید کی پیش رفت کے حوالے سے مثبت اشارے ملتے ہیں۔شاید کسی صدی میں تنقید کو اتنی اہمیت حاصل نہیں ہوئی اور اس قدر نظریات پیدا نہیں ہوئے جتنے بیسویں صدی میں ہوئے ہیں۔تنقید کے حوالے سے عام نقطۂ نظر یہ ہے کہ تنقید خشک اسلوب کی مالک ہے۔لیکن فیض سمیت بہت سے غیر روایتی ناقدین نے اس تصور کو بدلنے کی سعی کی ہے۔فیض نے مسائل اور نظریات کو اس قدر خوب صورتی سے سپردِ قلم کیا ہے کہ قاری کے لیے دلچسپی کا سامان پیدا ہو گیا ہے۔تنقید کے حوالے سے فیض کی باضابطہ کتاب کا عنوان "میزان" ہے۔فیض کی وفات کے بعد شیما مجید نے "مقالاتِ فیض" اور "اقبال" کے عنوانات سے دو کتابیں ترتیب دی۔ثقافت کے

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

موضوع پر فیض کی تحریروں اور تقریروں کو مرزا ظفر الحسن نے "ہماری قومی ثقافت" اور شیما مجید نے "پاکستانی ثقافت" کے عنوان سے شائع کیا۔ اس کے علاوہ فیض کی زندگی میں شائع ہونے والے اوّلین فیض نمبر جو ماہنامہ 'افکار' نے شائع کیا تھا، "متاعِ لوح وقلم" اور اشفاق حسین کی مرتبہ 'فیض کے مغربی حوالے' میں چند تنقیدی مضامین موجود ہیں۔

فیض بنیادی طور پر ایک نظریاتی شاعر ہیں۔ ان کی تنقید ان کی شاعری کو سمجھنے کے لیے معاون و مددگار ہے۔ فیض کے موضوعات میں خاصا تنوع ہے۔ انھوں نے اُردو ادب کے مختلف نظریات پر گفتگو کی، اُردو ادب میں درپیش مسائل پر سیر حاصل بحث کی، اپنے بزرگوں کے فکر وفن پر اظہار خیال کیا، معاصرین کے خیالات پر نظر دوڑائی، فکشن کو موضوع بنایا، فن شاعری کے معیارات طے کیے، مختلف ادیبوں اور فن کاروں کے فن کا تقابلی جائزہ لیا، اقبال کے فکر وفن پر اظہار خیال اور ان پر ہونے والے اعتراضات کا جواب دیا اور پاکستانی ثقافت جیسے مشکل، پیچیدہ اور گنجلک موضوع پر اپنے خیالات کو سپردِ قلم کرنے کے بعد مختلف سوالات کا جواب دیا ہے۔ اگرچہ فیض صاحبِ اسلوب شاعر ہونے کے باوجود صاحبِ طرز نثر نگار نا سہی، لیکن اظہار خیال اور قدرت بیان میں ان کی انفرادیت قائم رہتی ہے۔ فیض نے تنقید کو مشکل پیچیدہ اور کثیر المعانی اصطلاحات سے نجات دلائی۔ وہ سادہ الفاظ میں اپنا مافی الضمیر بیان کرتے ہیں۔ فیض نے اپنی تنقید سے اس طبقے کو ادب کے قریب لانے کی کوشش کی ہے جو تنقید کے مشکل اور ثقیل الفاظ اور جناتی زبان کے باعث کوئی مافوق الفطرت شے خیال کرتا تھا۔ فیض نے تنقید میں ادب کی مختلف اصناف کے حوالے سے اپنا نظریہ فن بھی پیش کیا ہے۔ اہل قلم کو لکھتے وقت کن اصولوں کی پاسداری کرنی چاہیے اس حوالے سے فیض کا نقطہ نظر ملاحظہ کیجیے:

> پاکستان کے سنجیدہ لکھنے والوں کو بلا خوف وخطر برملا سچی باتیں کہنی چاہییں اور اظہارِ رائے کی آزادی پر عمل کرنا چاہیے۔ انھیں جبر اور ظلم کو بے نقاب کرنا چاہیے۔(۲)

ثقافت، کلچر اور تہذیب فیض کے مرغوب موضوعات ہیں۔ فیض اس امر سے آگاہ تھے کہ جب تک ہماری قوم اپنی ثقافت یعنی جس قرینے سے اس نے زندگی بسر کرنی ہیں، جن خطوط پر اخلاقیات کو استوار کرنا ہے، طے نہیں کر لیتی تب تک ترقی یافتہ اقوام کی صف میں جگہ نہیں بنا سکتی۔ فیض نے ثقافت کے موضوع پر مضامین بھی لکھے اور تقاریر بھی کیں۔ انھوں نے اپنی دانست میں پاکستانی ثقافت کے خدوخال بھی متعین کیے اور مشیرِ ثقافت ہونے کے ناطے ایسے اداروں کی بھی بنیاد رکھی جنھوں نے ملکِ عزیز میں فنون لطیفہ کی آبیاری کی۔ فیض نے ثقافت کے موضوع پر بڑے واضح اور مدلل انداز میں مضامین لکھے۔ فیض ترقی پسند نقاد ہونے کے ناطے ترقی پسند

تنقید کو ادبی معیار کی بلندی پر دیکھنا چاہتے تھے۔ ترقی پسند تحریر وہ تحریر ہے جو سماجی ترقی میں مدد دے اور ادب کے فنی معیار پر بھی پوری اترے۔ فیض نے ترقی پسند خیالات کی ترویج و اشاعت کو اپنا مقصد قرار دیا اور ان کے مخالفین نے تردید کو اپنا شیوہ بنا لیا۔ لیکن فیض نے ان مخالفین کی پرواہ نا کرتے ہوئے امید کا چراغ جلائے رکھا اور مثبت رویوں کے ساتھ اپنے نظریات کی آبیاری میں ہی عافیت جانی۔ فیض کا شمار ان ناقدین میں کیا جاتا ہے جنھوں نے ترقی پسند نظریات اور مسائل کے علاوہ معاشرے کے مختلف پہلوؤں کو بھی اپنے مضامین مین جگہ دی۔ فیض کا نام ان ترقی پسند ناقدین میں لیا جاتا ہے جن کی تحریروں سے ادبی تحریک ثروت مند ہوئی۔ ڈاکٹر شارب ردولوی لکھتے ہیں:

> ترقی پسند تحریک کی پہلی صف میں ان ناقدین کا شمار کیا جا سکتا ہے جنھوں نے اُردو میں اس تحریک کی خشت اول رکھنے کا کام کیا اور نئے تنقیدی مباحث کا آغاز کر کے زبان و ادب اور فکر و نظر کو وسعت دی۔ ان میں سب سے اہم نام اختر حسین رائے پوری، سجاد ظہیر، ڈاکٹر عبدالعلیم اور فیض احمد فیض کے ہیں۔[۳]

توازن اور اعتدال فیض کی تنقید کی نمایاں خوبیوں میں سے ایک ہے۔ فیض نظریاتی ادیب تھے لیکن ان کی تحریروں میں تعصب کا شائبہ تک نہیں ہے۔ دوسرے ترقی پسندوں کی تحریروں میں اپنے نظریات کا پرچار اس حد تک نظر آتا ہے کہ ان کی تحریریں ادب کے بجائے صریح پروپیگنڈا معلوم ہوتیں ہیں۔ لیکن فیض کے ہاں صورتحال اس کے برعکس ہے۔ فیض نے اعتدال اور توازن سے اپنا نقطہ نظر بیان کیا ہے۔ تنقید میں استدلال کو فوقیت دی ہے۔ اسلوب سادگی، سلاست اور ادبیت کے اجزائے ترکیبی سے مرکب ہے۔ فیض نے اپنے عہد کے مشکل اور دقیق مسائل کو اس خوبی سے سلجھایا ہے کہ کوئی تشنگی باقی نہیں رہتی۔ فیض نے تنقید میں امکانات کے نئے سرے ابھارنے کی آرزو بھی کی ہے۔ فیض کا اسلوب شاعرانہ نہیں بلکہ خالص نثر کا اسلوب ہے۔ ابلاغ کی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اجتماعیت اور افادیت کو ادب کے حق میں بہتر تصور کرتے ہیں اور جمہور سے ادب کا رشتہ مضبوط کرنے کے خواہاں نظر آتے ہیں۔

فیض کی نثر کا مطالعہ کریں تو اس میں موضوعات کی بے پناہ وسعت نظر آتی ہے۔ فیض چوں کہ شاعر تھے اس اعتبار سے اُردو شاعری کی روایت پر ان کی نگاہ خاصی گہری ہے۔ لیکن فیض کے علم کی وسعت محض اُردو شعری روایت تک ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ انھوں نے ادب کی دیگر اصناف اور جہات پر بھی قلم اٹھایا ہے۔ فیض ادب لکھتے ہوئے عجلت کا مظاہرہ نہیں کرتے۔ وہ جب کسی موضوع پر اظہار خیال کا ارادہ کرتے ہیں تو پہلے اس موضوع

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

کے حوالے سے معلومات ترتیب دیتے ہیں اور اس کے بعد اسے سپردِ قلم کرتے ہیں۔ سحر انصاری فیض کی نثر کے بارے میں لکھتے ہیں:

> انھوں نے ایک کامیاب نثر نگار کی طرح کسی موضوع پر قلم اٹھانے سے پہلے اس موضوع کے تمام پہلوؤں پر غور وخوض کیا ہے۔ اس عمل کے بعد معرضِ تحریر میں آنے والی نثر میں مصنف کے خیال کی رو الفاظ اور آپ کی نگاہوں کے ساتھ ساتھ سفر کرتی نظر آتی ہے۔(۴)

فیض نے "میزان کے بیشتر مضامین بیسویں صدی کی چوتھی دہائی میں لکھے۔ یہ زمانہ ملکی اور عالمگیر سطح پر بہت ہیجان انگیز تھا۔ آزادی کی تحریکیں زور پکڑتی جا رہی تھیں۔ پہلی عالمی جنگ ہو چکی تھی اور دوسری عالمی جنگ کا پس منظر سامنے تھا۔ ادب میں بھی نئے نظریات جنم لے رہے تھے۔ فیض گورنمنٹ کالج لاہور سے عربی اور انگریزی میں ایم اے پاس کر چکے تو امرتسر کالج میں لیکچرار منتخب ہوئے اور صاحبزادہ محمود الظفر اور رشید جہاں کے توسط سے ترقی پسند فکر سے متعارف ہوئے اور اس کے بعد عمر بھر اس پر ثابت قدمی سے قائم رہے۔ "میزان" کا اولین مضمون ترقی پسند ادب سے متعلق ہے۔ فیض نے اس مضمون میں ترقی پسند نظریے کی مکمل وضاحت کی ہے کہ ادب میں یہ نظریہ کیوں ضروری ہے؟ آخر کیا وجہ ہے کہ ترقی پسندی عصر حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہونے کے لیے ناگزیر ہے۔ فیض موضوع کی طرف براہ راست نہیں آتے بلکہ تمہید باندھتے ہیں۔ مضمون کی نوعیت اور اہمیت پر زور دیتے ہیں۔ موجودہ ادب کے حوالے سے سوالات کرتے ہیں اور اس کے بعد اس کا جواب دیتے ہیں۔ فیض اس امر سے واقف تھے کہ جیسے ہی ترقی پسند نظریات اور تحریک کا آغاز ہوا تو اس پر اسلام دشمن، لادینیت اور کفر کے فتوے لگا دیے گئے۔ "انگارے" شائع ہوا اور ضبط ہو گیا۔ اس ے بعد ترقی پسند تحریک ۱۹۳۶ء میں شروع ہوئی تو مذہبی طبقے نے اس پر کفر کا فتویٰ جڑ دیا اور ترقی پسند لادین کہلائے جانے لگے۔ ڈاکٹر سلیم اختر لکھتے ہیں:

> میزان کا پہلا مقالہ 'ادب کا ترقی پسند نظریہ' ۱۹۳۸ء میں تحریر کیا گیا۔ یعنی ترقی پسند ادب کی تحریک پر اعتراضات بلکہ شدید حملے ہو رہے تھے۔ چناں چہ تحریک کے آغاز کے بعد اس نظریہ کی وضاحت اور ترقی پسندی کی تعریف کے ضمن میں متعدد مقالات تحریر کیے گئے۔ فیض کا مقالہ بھی ترقی پسندی کی تعریف کے ساتھ ساتھ اس تصور سے وابستہ امکانات اجاگر کرنے کی کامیاب سعی ہے۔(۵)

فیض کا مضمون لکھنے کا انداز بے حد دلچسپ ہے۔فیض ابتدا ہی اس انداز سے کرتے ہیں کہ قاری ان کی تحریر کے سحر میں گرفتار ہو جاتا ہے۔فیض اس کے بعد ادب میں مروجہ انداز اور مستعمل نظریات کا ذکر کرتے ہیں۔ پھر ان پر سوال اٹھاتے ہیں اور ان سوالات کو مختلف حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد ان کے جوابات دیتے ہیں۔فیض کا نظریہ فن بھی ہمارے سامنے آتا ہے اور فیض کی تنقید کا انداز بھی تشریحی اور توضیحی ہو جاتا ہے۔اُردو کے بیشتر نقاد اس حوالے سے فیض پر تنقید کرتے ہیں کہ فیض قاری کی سطح پر اتر کر بات کرتے ہیں۔اس سے ابلاغ کا مسئلہ تو حل ہو جاتا ہے لیکن ادب کی قدر و قیمت میں فرق آتا ہے۔لیکن فیض کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اگر مسائل جو ادب میں درپیش ہیں، ان کو سلجھانے اور سمجھانے کے لیے مشکل، گنجلک اور پیچیدہ طریقہ کار اختیار کیا جائے تو مسائل اور زیادہ مشکل ہو جاتے ہیں۔فیض کا نقطہ نظر یہ ہے کہ عوام الناس ترقی پسند ادب کو مکمل طرح سے سمجھ ہی نہیں سکے۔ وگرنہ یہ کوئی ایسا پہلو ہرگز نہیں جو قابل مذمت ہو۔

ترقی پسندوں میں سے بیشتر کا مسئلہ یہ تھا کہ ان کی جنگ شدت پسندی اور انتہا پسندی کے خلاف تھی۔ وہ اعتدال اور میانہ روی کے قائل تھے۔ انھوں نے معاشرے میں اس سوچ کو پروان چڑھانے کے لیے جدوجہد کا آغاز کیا۔لیکن معاملہ یہ ہوا کہ ترقی پسند رجعت پسندوں کی انتہا پسندانہ سوچ کا مقابلہ کرتے کرتے خود بھی شدت پسندی پر اتر آئے۔محض اپنے ہی نظریات، افکار، خیالات اور تاثرات ان کو درست معلوم ہونے لگے۔ اختلافِ رائے کو وہ غلط سمجھنے لگے۔اُن کے بعض نقادوں کے اسلوب میں درشتی در آئی۔فیض کا اختصاص یہ ہے کہ وہ اعتدال پسند ہیں۔ انقلابی ہونے کے باوجود ان کا لہجہ دھیمہ اور ملائم ہے۔ وہ بلند آہنگ ہرگز نہیں ہیں۔نظریات کو ٹھونسنے کے قائل ہرگز نہیں ہیں۔ وہ مسائل کو سمجھنے اور سوالات اٹھا کر ان کا جواب دینے پر یقین رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر ثریا شمیل فیض کی تنقید پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

> انھوں نے انتہائی مدلل انداز میں قارئین کو ترقی پسند ادب کا صحیح مفہوم سمجھانے کی کوشش کی ہے اور اس طرح ان کا تنقیدی رویہ واضح ہوتا ہے۔ انھوں نے ترقی پسندی کے ضمن میں پیدا ہونے والے متعدد اعتراضات کا ذکر کیا اور پھر ہر اعتراض کا سیر حاصل جواب بھی دیا۔ ان کی تنقید نگاری میں بڑی خوبی ان کا طریقۂ استدلال ہے۔[۶]

بعض افراد کا نقطہ نظر یہ ہے کہ آرٹ میں اقدار کے حوالے سے بحث کو اٹھانا ہی نہیں چاہیے۔ کیوں کہ آرٹ کی بنیادی قدر جمالیات ہے۔شاعر کی اقدار چاہے کچھ بھی ہوں اگر اس کا کلام جمالیاتی طور پر کامیاب ہے

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

تو اس پر حرف گیری کا حق کسی کو حاصل نہیں ہے۔ اگر اس بات کو درست تسلیم کر بھی لیا جائے تو ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جمالیاتی قدر کی پیدائش میں شاعر کی باقی قدروں کو بھی دخل ہے یا نہیں؟ کسی بھی شاعر میں جمالیاتی قدر آپ تب ہی محسوس کرتے ہیں جب حسن کا کوئی مظہر آپ کو متاثر کرے اور متاثر ہونے کے لیے ضروری ہے کہ دل اور دماغ اس سے تسکین حاصل کریں۔ شاعر کے شعر سے متاثر ہونے کے لیے یا تو اس میں تجربے کی صداقت اور گہرائی کو اہمیت حاصل ہے یا پھر پیرایۂ اظہار ایسا دلکش ہونا چاہیے کہ شاعر کے طرزِ ادا سے دل روشن ہو۔ شاعر جب کسی داخلی یا خارجی واردات کا بیان کرتا ہے تو تجربات کے انتخاب اور ترتیب میں کوئی نا کوئی معیار پیشِ نظر رکھتا ہے۔ شاعر ان ہی تجربات کو بیان کرے گا یا اہمیت دے گا جو اس کے نزدیک اہم ہیں۔ اہم اور غیر اہم کے اسی نظام کو اقدار کہا جاتا ہے۔ شاعر کی اقدار اس کے تجربات سے الگ نہیں ہوتیں۔ شاعر کے موضوعات جس قد ہمہ گیر اور وسیع ہونگے اس قدر ہی مقبولیت کا باعث بھی بنیں گے۔ گویا جس شاعر کے موضوعات میں آفاقیت ہو گی۔ وہ شاعر جمالیاتی اعتبار سے اس قدر ہی متاثر کرے گا۔ اگرچہ بقاے حیات کی کشمکش، محبت، نصرت، غصہ، پیار، جنس، بھوک اور اسی نوع کے ان گنت مظاہر ایسے ہیں کہ ازل سے ہیں اور ابد تک رہیں گے۔ لیکن سماج میں تنوع کے پیش نظر اظہار کے قاعدے، سلیقے اور قرینے بدلتے رہتے ہیں۔ سماجی اور اخلاقی ضوابط کے طور اطوار بدل جاتے ہیں۔ شاعر کا کلام جس میں آفاقیت کا عنصر ہوگا اسے مقبولیت حاصل ہوگی لیکن جن اقدار کو ہماری سماجی زندگی میں اہمیت حاصل ہے ان اقدار کا بیان شاعری کی مقبولیت کا ایک اور سبب ہے۔ فیض لکھتے ہیں:

> شعر کی جمالیاتی قدر کافی حد تک شاعر کی دوسری قدروں پر منحصر ہے۔ ان قدروں کی ترتیب ان کی سماجی اہمیت کے مطابق ہونا چاہیے۔ جمالیاتی قدر بھی ایک سماجی قدر ہے جو اجتماعی مفاد میں اضافہ کرتی ہے۔ اس لیے اسے دوسری افادی قدروں سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ [(۷)]

فیض کی تنقید میں ہمیں سائنٹفک انداز نظر آتا ہے۔ تنقید میں وہ اپنے الگ اسلوب کے ساتھ جب وہ کسی شاعر یا ادیب کی تخلیقات کا جائزہ لیتے ہیں یا کسی مسئلے پر اظہار خیال کرتے ہیں تو ان کی باتیں محض روایتی یا خیالی نہیں ہوتیں بلکہ وہ کسی مسئلے پر بات کرتے ہوئے اس کے سیاسی، سماجی اور معاشی پس منظر کو بھی پوری طرح پیش کرتے ہیں۔ ایک اچھے اور کامیاب نثر نگار کی سب سے بڑی خوبی یہی ہوتی ہے کہ وہ الفاظ کے انتخاب اور ترتیب میں کس عمدگی اور ذمے داری کو برتتا ہے اور یہی بات ہمیں فیض کی نثر میں دکھائی دیتی ہے۔ بعض نقادوں کی نسبت فیض کا اسلوب بہت سادہ اور شگفتہ ہے۔ وہ خواہ مخواہ علمیت کا رعب نہیں جھاڑتے بلکہ سادہ اور دلنشین انداز میں

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

بات کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ابہام نہیں رہتا۔فرحت فاطمہ لکھتی ہیں:

> فیض کے اسلوب کی انفرادیت کی بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ چاہے ادب کے مسائل ہوں یا چاہے زندگی اور سماج کے وہ ان کی تمام جزئیات اور تمام تر تقاضوں کو ذہن میں رکھ کر پھر قلم اٹھاتے ہیں۔(۸)

نقاد کے منصب کے لیے بے حد ضروری ہے کہ اس کی تنقید کا انداز ہمدردانہ ہونا چاہیے نقاد بنیادی طور پر فن پارے کے معائب اور محاسن کو الگ کرتا ہے۔محاسن کی تحسین کرتا ہے اور فن پارے کے معائب اس طرح بیان کرتا ہے کہ تخلیق کار کی حوصلہ شکنی نہ ہو۔ مارکسی نقادوں کے بارے میں یہ رائے بالعموم ظاہر کی جاتی ہے کہ ان کے یہاں شدت اور نعرے بازی ہوتی ہے اور وہ اپنی بات بڑی شدومد سے کہتے ہیں۔ یہ بات بہت سے ترقی پسند شعرا اور نقادوں کے حوالے سے درست ہوسکتی ہے لیکن نا تو یہ فیض کی شاعری پر منطبق ہوتی ہے اور نا ہی ان کی نثر پر۔ اپنے موقف کو منوانے کی خواہش کوئی قابل گرفت بات نہیں ہے۔ اعتراض کی گنجائش اس وقت پیدا ہوتی ہے جب نوکِ قلم سے جراحتِ دل کا کام لیا جائے اور یہ اصرار بھی ہو کہ نقطہ نظر کو فوراً درجہ قبولیت کی سند عطا کر دی جائے۔فیض کا اندازِ تنقید اور شیوہ گفتار اس سے بالکل مختلف ہے۔ وہ شائستہ انداز میں بات کہتے ہیں، مخاطب کو غور وفکر کی دعوت دیتے ہیں اور پھر اپنے موقف کی دلیل پیش کرتے ہیں۔فیض اگر تنقید بھی کریں تو لہجہ بے حد دھیما اور انداز نرم و ملائم ہوتا ہے۔'اُردو ناول' کے عنوان سے پریم چند پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> منشی پریم چند نے ناول کی تنقید یا ناول کے فن میں ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھایا۔انھیں کہانی لکھنے کا ڈھب ضرور ہے۔ پلاٹ بننے کا زیادہ ملکہ نہیں ہے۔ جگہ جگہ ناول غیر متوازن ہو جاتے ہیں۔لیکن مولوی نذیر احمد کی طرح ان کے ناولوں کی دوسری افسانوی خوبیاں فن کی ان کمزوریوں کی بہت حد تک تلافی کر دیتی ہیں۔(۹)

فیض کی تنقید کا ہمدردانہ انداز قاری پر گراں نہیں گزرتا۔فیض ادب کی جملہ اصناف خاص کر فکشن پر گہری نظر رکھتے ہیں۔شاعری کے بنیادی سوالات سے قطع نظر فیض فکشن کے متعلق بھی بڑے بنیادی سوالات سے بحث کرتے ہیں۔ انھوں نے عالمی ادب کا بھی مطالعہ کیا ہے اور اُردو کے اولین فکشن کے نقوش کو بھی بہت قریب سے دیکھا ہے۔ وہ ادب کو پرکھنے کے سخت گیر معیار نہیں بناتے بلکہ شرر، رتن ناتھ سرشار اور منشی پریم چند جیسے فکشن نقادوں کا ہمدردی سے جائزہ لیتے ہیں اور ان وجوہات کی نشاندہی کرتے ہیں جن کے باعث پریم چند کی فکشن کو

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

بھی ٹالسٹائی اور دوستوفسکی کے ہم پلہ رکھا نہیں جا سکتا۔فیض کی فکشن پر لکھی گئی تحریروں سے صاف اندازہ ہوتا ہے کہ وہ گہرے مطالعے کے بعد اپنی رائے قائم کرتے ہیں۔

''میزان'' میں شامل مضمون "نظیر اور حالی" میں فیض نے دونوں شعرا کا موازنہ کیا ہے۔ اگرچہ ان دونوں شعرا میں اختلاف کی کئی قدریں ہیں لیکن بہت سے عناصر ایسے بھی ہیں جو ان میں مشترک ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا الطاف حسین حالی نے "مقدمہ شعر وشاعری" میں نظیر اکبرآبادی کی بے حد تعریف کی ہے۔نظیر اور حالی دونوں شاعر بغاوت کے علم بردار ہیں۔ دونوں درباری شاعری کی روایات سے باغی ہیں۔ دونوں کی کوشش یہ رہی کہ شاعری جھوٹے اور رسمی جذبات سے ہٹ کر حقیقت کی طرف لوٹ آئے۔ ان کی یکسانیت کا مضمون یہیں ختم ہو جاتا ہے۔ دونوں کی طرزِ زبان اور مضامین مختلف ہیں۔نظیر کے اشعار میں جوانی کی شوخی ہے۔ حالی کے اشعار میں بڑھاپے کی متانت ہے۔ حالی کی نظر دردناک پہلوؤں پر پڑتی ہے نظیر کی نظر مضحکہ خیز پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے۔ طنز اور مذاق ایک حد تک حالی کی طبیعت کا بھی حصہ ہے۔ وہ واعظ اور شیخ پر پھبتیاں کستے ہیں۔ ریاکار علما پر بھی طنز کرتے ہیں۔ حالی کو روحانی معاملات زیادہ ترغیب دلاتے ہیں جبکہ نظیر دنیاوی اور مادیت پسند اشیا کے ذکر کو درست سمجھتے ہیں۔ حالی اور نظیر کے کلیات کی فہرست کا مطالعہ کریں تو امتیاز عنوانات سے ہی واضح ہو جاتا ہے۔ حالی کی نظموں کے عنوانات مناظرہ رحم و انصاف، حب وطن، تنگ خدمت، دولت اور وقت وغیرہ ہیں جبکہ نظیر کی نظموں کے عنوانات کوڑی کا فلسفہ، پیسا کا فلسفہ، روپے کا فلسفہ، آٹے دال کا فلسفہ، مکھی اور ریچھ کا بچہ وغیرہ ہیں۔ حالی کی زبان شرفا کی مستند زبان ہے۔ حالی کا نقطہ نظر یہ ہے کہ مضامین کو ان الفاظ میں ادا کرنا چاہیے جس سے لوگوں کے کان مانوس ہوں۔لیکن نظیر کا نقطہ نظر اس سے کافی الگ ہے۔ انھوں نے اپنے مضامین میں صرف عوام کا نقشہ کھینچا ہے بلکہ زبان بھی ان کی ہی استعمال کی ہے اور اپنے عمل سے اس کو درست ثابت کیا ہے کہ نہایت غیر شاعرانہ الفاظ کو رنگین اور دلآویز بنا دینا شاعر کی فنی قابلیت پر منحصر ہے۔نظیر فیض کے پسندیدہ شعرا میں سے ایک ہے۔فیض جانتے ہیں کہ حالی کو اُردو ادب میں مستند مقام حاصل ہے لیکن نظیر کو وہ مقام نہیں دیا گیا جو اس کا استحقاق تھا۔نظیر کے نام کے سامنے نقاد شرما کر گردن جھکا لیتے ہیں۔فیض اس رویے پر طنز کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> مولانا حالی کے متعلق بہت کچھ کہا سنا جا چکا ہے۔لیکن نظیر کے نام پر عام طور سے نقاد کچھ شرما کر سر جھکا لیتے ہیں۔ خیال یہ کیا جاتا ہے کہ نظیر ایک اوباش قسم کا شاعر ہے۔ بھانڈوں، طوائفوں اور چکلوں کے قصے سناتا ہے۔ جسمانی لذتوں کے گیت گاتا ہے اور دیکھیے نا ہم بہو بیٹیاں یہ کیا جانیں۔(۱۰)

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

فیض ترقی پسند تحریک کے سرگرم رکن اور نمائندہ شاعر تھے۔ ترقی پسند ادب کا پہلا نکتہ ہی یہ تھا کہ ادب میں زندگی کی جھلک دکھائی دینی چاہیے۔ ایسا ادب کہ جس میں مافوق الفطرت حالات و واقعات اور کرداروں کا بیان ہو اب عصر حاضر کے تقاضوں سے مطابقت نہیں رکھتا۔ نظیر کو دریافت کرنے میں بھی ترقی پسند تحریک کا کردار ہے۔ نظیر اکبر آبادی کو اس کے عہد میں شاعر تسلیم ہی نہیں کیا گیا۔ اس عہد نے ادبی پنڈتوں کا نقطہ نظر یہ تھا کہ شاعری میں خواص کے قصے بیان کیے جاتے ہیں جبکہ نظیر اکبر آبادی کے موضوعات عوام الناس سے مطابقت رکھتے تھے۔ ترقی پسند تحریک کے مطابق ادب کی اعلیٰ ترین صورت ہی یہ ہے کہ وہ زندگی کے قریب ہو نظیر عوام کے شاعر تھے۔ انھیں میلے ٹھیلے، عوام کے دکھ سکھ، کدورتیں محبتیں، عوام کی زندگی کا حسن اور بدنمائی کو بیان کرنے میں لطف آتا تھا۔ جب اُردو شاعری پر بہار آئی تو پرانے درباروں پر خزاں کے دن تھے۔ درباری شعرا معمولی خیال یا تجربے کو موضوع بناتے اور پھر اس میں زندگی کی بد ہیتی کو ختم کر کے مصنوعی سماج کی تصویر سامنے لاتے۔ نظیر نے زندگی کو اپنی مکمل اور اصل تصویر کے ساتھ پیش کیا۔ نظیر عوامی شاعر تھے۔ فیض نے اپنے مضمون میں نظیر کے عوام الناس کے قریب ہونے کے دلائل پیش کیے ہیں۔ فیض نے ادب کے مسائل کو بھی موضوع بنایا ہے، ادب کے قدیم اور جدید تصور پر بھی بحث کی ہے۔ ترقی پسند نظریہ کہ جس کے وہ داعی تھے۔ اس کی گتھیاں سلجھانے کی بھی کوشش کی ہے۔ فکشن کے موضوعات کو بھی باریکی سے دیکھنے کی کوشش کی ہے۔ فیض کے موضوعات کی رنگارنگی کے ساتھ ساتھ ان کے اسلوب میں بھی انفرادیت ہے۔ ڈاکٹر سلیم اختر فیض کے اسلوب کے بارے میں لکھتے ہیں:

> بحیثیت نقاد فیض صاحب کا اسلوب ان کی شخصیت کے عناصر ترکیبی کا مظہر ہے۔ میانہ روی، صلح پسندی انتہا پسندی سے پر ہنر اور رائے کے اظہار میں افراط وتفریط سے گریز اور بحیثیت مجموعی مزاج کا دھیما انداز یہ سب میزان کے مقالات کے اسلوب سے عیاں ہیں انھوں نے اپنے مؤقف کو قطعی مگر منطقیانہ استدلال سے پیش کیا۔(۱۱)

فیض احمد فیض اُردو ادب میں ترقی پسند نظریے کے داعی ہیں۔ لیکن ان کے نظریات کے اظہار کا طریقہ دوسرے ترقی پسندوں کی نسبت مختلف ہے۔ فیض نقطہ نظر دلیل سے پیش کرتے ہیں۔ ان کے اسلوب میں بے چینی نہیں پائی جاتی۔ وہ موجودہ صورتحال کو بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد اس صورتحال سے جنم لینے والے مسائل کا ذکر کرتے ہیں۔ اس کے حوالے سے سوالات سے جنم لینے والے مسائل کا ذکر کرتے ہیں۔ اس کے حوالے سے سوالات اٹھاتے ہیں۔ پھر ان سوالات کو مختلف اجزاء میں تقسیم کرتے ہیں اور ان کے جوابات دیتے ہیں۔ فیض

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

محض سوالات ہی نہیں اٹھاتے بلکہ ان کا جواب بھی دیتے ہیں۔ ایک خاص تحریک سے منسلک ہونے کے باوجود اپنا نقطہ نظر مسلط نہیں کرتے۔ علی حیدر ملک لکھتے ہیں:

> ان تمام باتوں کا ماحصل یہ ہے کہ فیض ایک خاص نظریہ کے حامی اور علمبردار ہونے کے باوجود کبھی جھنجھلاہٹ اور جھلاہٹ کے شکار نہیں ہوتے اور نا کبھی ان کا توازن بگڑتا ہے۔ ان کے بعض مضامین تشنہ سہی لیکن ان کی تحریر بڑی صاف اور رواں ہے اور صرف صاف اور رواں ہی نہیں بلکہ شگفتہ بھی۔ (۱۲)

یہ بات درست ہے کہ فیض باضابطہ نقاد نہیں ہیں لیکن اس کے باوجود ان کے موضوعات میں نہ صرف تنوع ہے بلکہ ان کے مقالات موضوعات کا مکمل احاطہ کرتے ہیں۔ فیض کی تحریر سادہ، سائنٹفک اور ادبیت کے حسن سے مالا مال ہے۔ فیض نے شعوری طور پر سعی کی ہے کہ وہ بھاری بھر کم اصطلاحوں اور دقیق الفاظ سے اجتناب کریں۔ ان کا مطالعہ وسیع تھا، دیسی اور بدیسی ادب پر نظر گہری تھی۔ انھوں نے اپنے عہد کے ادبی مسائل کا نہ صرف درست ادراک کیا بلکہ ان کو سمجھنے اور ان کے حل کرنے کے لیے ممکنہ حل بھی پیش کیے۔ فیض کی تحریر بھی ان کی تقریر کی مانند ہی تھی۔ ان کی تحریر میں گھن گرج سنائی نہیں دیتی۔ اپنے مخالف نظریات کو بھی نہایت تحمل سے سنتے ہیں، سمجھتے ہیں اور بعدازاں دلائل اور براہین پر اپنے موقف کی بنیاد رکھتے ہیں۔ فیض کے اسلوب میں موجود اعتدال اور میانہ روی ان کو دیگر ترقی پسند نقادوں سے ممتاز کرتی ہے۔ ان کے مقالات میں تشنگی کا احساس تک نہیں ہوتا۔ وہ جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں اس پر مربوط اور منظم انداز میں اپنے مافی الضمیر کو پیش کرتے ہیں۔

حواشی

۱۔ فیض احمد فیض، ''میزان''، (لاہور: لاہور اکیڈمی، ۱۹۶۵ء)، ص ۷

۲۔ ایضاً، ''مقالاتِ فیض''، مرتبہ شیما مجید، (لاہور: فیروز سنز، ۱۹۹۰ء)، ص ۱۵

۳۔ ڈاکٹر شارب ردولوی، ''ترقی پسند تحریک اور اُردو تنقید''، مشمولہ ''ترقی پسند ادب: پچاس سالہ سفر''، مرتبہ پروفیسر قمر رئیس، سید عاشور کاظمی، (لندن: انسٹی ٹیوٹ آف تھرڈ ورلڈ آرٹ اینڈ لٹریچر، ۱۹۸۷ء)، ص ۵۵۰

۴۔ پروفیسر سحر انصاری، ''فیض ایک نثر نگار''، مشمولہ ''فیض فہمی''، مرتبہ ڈاکٹر سیّد تقی عابدی، (لاہور: ملٹی میڈیا افیئرز، ۲۰۱۱ء)، ص ۶۵۴

۵۔ ڈاکٹر سلیم اختر، ''فیض کا تصورِ ادب: میزان کی روشنی میں''، مشمولہ ''ادبیات''، فیض نمبر، شمارہ ۸۲، جنوری تا مارچ ۲۰۰۹ء، (اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان)، ص ۹۴

۶۔ ڈاکٹر ثریا شمیل، ''فیض کی تنقید نگاری کا تجزیہ''، مشمولہ ماہ نامہ ''قومی زبان''، فیض نمبر، مئی ۲۰۰۸ء، (کراچی: انجمن ترقیٔ اردو پاکستان)، ص ۴۰

ISSN: 2519-6332 (Print),   ISSN: 2708-1915 (Online)

۷۔ فیض احمد فیض، ''میزان''، ص ۳۶

۸۔ فرحت فاطمہ، ''فیض بحیثیت نثر نگار''، مشمولہ، ماہ نامہ ''قومی زبان''، فیض نمبر، جولائی ۲۰۱۱ء (کراچی: انجمن ترقیِ اردو پاکستان)، ص ۲۱

۹۔ فیض احمد فیض، ''میزان''، ص ۲۱۱

۱۰۔ ایضاً، ص ۱۷۱

۱۱۔ ڈاکٹر سلیم اختر، ''فیض کا تصورِ ادب: میزان کی روشنی میں''، مشمولہ ''فیض: تنقید کے میزان پر''، مرتبہ اشفاق حسین، (کراچی: پاکستان اسٹڈی سنٹر، ۲۰۱۱ء)، ص ۶۹

۱۲۔ علی حیدر ملک، ''فیض کی تنقید نگاری''، مشمولہ ''سطور''، فیض نمبر، (ملتان: ملتان آرٹس فورم، نومبر ۲۰۱۱ء)، ص ۲۷

ماٰخذ

۱۔ اختر، سلیم، ڈاکٹر، مشمولہ ''فیض: تنقید کے میزان پر''، مرتبہ اشفاق حسین، کراچی: پاکستان اسٹڈی سنٹر، ۲۰۱۱ء

۲۔ انصاری، سحر، پروفیسر، ''فیض ایک نثر نگار''، مشمولہ ''فیض فہمی''، مرتبہ ڈاکٹر سیّد تقی عابدی، لاہور: دی ریکوز پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء

۳۔ ردولوی، شارب، ڈاکٹر، ''ترقی پسند تحریک اور اُردو تنقید''، مشمولہ، ''ترقی پسند ادب: پچاس سالہ سفر''، مرتبہ پروفیسر قمر رئیس و سیّد عاشورہ کاظمی، لندن: انسٹی ٹیوٹ آف تھرڈ ورلڈ آرٹ اینڈ لٹریچر، ۱۹۸۷ء

۴۔ فیض، فیض احمد، ''میزان''، لاہور: لاہور اکیڈمی، ۱۹۶۵ء

۵۔ ______، ''مقالاتِ فیض''، مرتبہ شیما مجید، لاہور: فیروز سنز، ۱۹۹۰ء

رسائل و جرائد

۱۔ ''ادبیات''، فیض نمبر، شمارہ ۸۲، جنوری تا مارچ ۲۰۰۹ء، اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان

۲۔ ''سطور''، فیض نمبر، ملتان: ملتان آرٹس فورم، نومبر ۲۰۱۱ء

۳۔ ''قومی زبان'' (ماہ نامہ)، فیض نمبر، مئی ۲۰۰۸ء، کراچی: انجمن ترقیِ اردو پاکستان

۴۔ ______، فیض نمبر، جولائی ۲۰۱۱ء، کراچی: انجمن ترقیِ اردو پاکستان